شخص بچہ سے سچی محبت نہیں رکھتا، تب ہی بچہ پر اپنا معیار مسلط کرتا ہے۔ کیونکہ وہ دراصل بچہ کے ذریعے سے اپنی تمناؤں اور حوصلوں کو پورا کرانا چاہتا ہے۔ اس لیے اس کا خواہاں رہتا ہے۔ کہ بچہ کچھ سے کچھ اور بن جائے۔ ذہنی معیار سے انس رکھنے کے بجائے اگر بچوں سے محبت کی جائے توالبتہ یہ ممکن ہے کہ بچوں کی اپنی اصلی حالت کا اندازہ کرنے میں مدد مل سکے مثال کے طور پر، جو بچہ جھوٹ بولتا ہے، اس کے سامنے محض صداقت کا معیار رکھنے سے کیا فائدہ؟ ہمیں تو یہ معلوم کرنا ہوگا کہ وہ بچہ کیوں جھوٹ بولتا ہے۔ بچہ کی صحیح مدد کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وقت صرف کر کے ہم اس کا برابر مطالعہ و مشاہدہ کرتے رہیں۔ اس کے لیے صبر، محبت اور توجہ درکار ہے۔ البتہ نہ اگر ہمارے دل میں محبت نہ دماغ میں سمجھ ہے تو ہم بچہ کو مجبور کریں گے کہ وہ ہمارے طرز عمل کی (جسے ہم معیار کہتے ہیں) پابندی کرے۔ سچ تو یہ ہے کہ معیاروں کی ٹٹی کی آڑ لے کر ہم مشکلات سے بچنا چاہتے ہیں، جو استاد ذہنی معیار پر کار بند ہوتا ہے، اس میں نہ تو اپنے شاگردوں کو سمجھنے کی اہلیت ہوتی ہے اور نہ وہ ان کے ساتھ دانش مندانہ برتاؤ کر سکتا ہے۔ وہ تو اس معیار کو جو اس کے مد نظر ہے یعنی بچہ کو آئندہ کیا ہونا چاہیے "بچہ سے کہیں زیادہ اہم سمجھتا ہے۔ معیار کے درپے رہنے میں محبت ختم ہو جاتی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ محبت کے بغیر کوئی انسانی مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔

اگر استاد صحیح قسم کا ہے تو وہ کسی ایک طریق کار پر انحصار نہیں کرے گا بلکہ وہ ہر ایک طالب علم کا نہایت غور سے مطالعہ کرے گا۔ بچوں اور نوجوانوں کے ساتھ ہمارا تعلق کچھ مشینوں سے تو ہے نہیں جن کی مرمت آسانی سے کی جا سکے۔ استاد کا تعلق تو ایسی زندہ اور ذی روح ہستیوں سے ہے جو جلد اثر پذیر، متلون مزاج، نازک طبع، خائف اور محبتی ہوتے ہیں۔ ان سے نباہ کرنے میں سمجھداری، صبر اور انس کی قوت درکار ہے۔ جب ہم میں ان اوصاف کی کمی ہوتی ہے تو ہم ایسی تدبیریں ڈھونڈھنے لگتے ہیں جو آسان اور زود اثر ہوں اور ساتھ ہی ساتھ ایسے حیرت انگیز نتائج کی توقع کرنے لگتے ہیں جو خود بخود حاصل ہو جائیں۔ اگر ہم بے خبر رہتے ہیں اور ہمارے عمل، افعال اور حرکات مشین کی طرح سرزد ہوتے ہیں تو پھر ضرور ایسے مطالبات سے منہ چرائیں گے جو باعث پریشانی ہوں یا جن کا خود بخود فوراً کوئی جواب نہ نکل سکے۔ تعلیم کی اہم مشکلات میں سے ایک مشکل یہ بھی ہے۔ ہر بچہ ماضی و حال کے اثرات سے متاثر ہوتا ہے، اس لیے وہ پہلے ہی سے مشروط ہو جاتا ہے۔ اگر بچہ کی اس مرکب ساخت میں ہم اپنے خود ماضی و حال کے اثرات بھی مخلوط کر دیں تو پھر ہماری اور اس کی مشروط کیفیت مل کر ہمیشہ کے لیے اور زیادہ پختہ ہو جائے گی۔ جب ہم خود ہی محدود و مشروط رہیں گے تو پھر صحیح قسم کی تعلیم کے بارے میں بحث مباحثہ بالکل فضول ہے۔